شب برآت کی حقیقت

(مرتبہ: فرید احمد حفیظ)

اسلامی کلینڈر کے آٹھویں مہینے کی 15 تاریخ عوام الناس میں شب برآت یا شب قدر کے نام سے مشہور ہیں جس میں ہر حکمت والے امر کا فیصلہ کیا جاتا ہے، عبادت کی بہت فضیلت ہے، رحمت کا نزول ہوتا ہے، مغفرت ہوتی ہے نیز اس رات رسول ﷺ کو مکمل شفاعت کا حق دیا گیا ہے۔ اس رات میں نفلی عبادتیں ہوتی ہیں اور حلوہ بھی پکایا جاتا ہے اور قبرستانوں کی زیارت بھی کی جاتی ہے نیز عوام الناس میں شبِ برأت کی کافی فضیلت بیان کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللهَ كَثِيرًا (الاحزاب 22)

اللہ تعالیٰ نے ایک اصول جو قران میں امت مسلمہ کو دیا ہے وہ نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے۔ آپ ﷺ نے اسی اصول کو اخذ کرتے ہوئے اپنی امت کو عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ کا ارشاد فرمایا کہ میری اور میرے خلفاء و مہدیین کی سنت کو پکڑ لو کیونکہ بہترین نمونہ وہ ذات ہوتی ہے جس پر یہ شریعت نازل ہوئی۔

آنحضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں کئی ایسے مواقعہ آئے لیکن آپ ﷺ نے نہ خود نہ اپنے صحابہ کو کہا کہ اس رات تم عبادتیں کرو تمھاری قسمت اچھی ہو جائے گی اس ایک رات عبارت کر لو تو تم کامیاب ہو جاوگے بلکہ اللہ نے تو انسان کو یہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کہا ہے کہ جو لوگ مسلسل جہد وجہد کرتے ہیں ہمارے راستہ میں، ہم انہیں ہی راستہ دیکھاتے ہیں۔ آرام سے بیٹھ کر تو دنیا میں بھی کوئی چیز نہیں مل سکتی تو وہ جو سب سے اعلیٰ ذات ہے جو مستجمع جمیع صفات کاملہ ہے اس کی رضا اور اس کی رحمت کیا کوشش کے بغیر حاصل ہو سکتی ہے؟ اس لیے یہ خیال کرنا کہ شب برات کے لیے مخصوص منتخب عبادت کر کے اپنی قسمت اور اپنے رزق کو اپنی تقدیر میں لکھوالیں گے صحیح نظریہ نہیں ہے اور ایسا کوئی بھی شریعت میں حکم نہیں ملتا۔ جس ذات بابرکت پر شریعت اتری اس کی حیات مبارکہ میں کئی بار یہ مواقع میسر آئے کیا آپ ﷺ نے اپنے کتنے اصحاب کو اور امت کو خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اور اس کی رحمت کو جذب کرنے کے لیے اس کی ہدایت فرمائی ہے۔ انحضور ﷺ اور قران نے یہ بھی تعلیم دی کہ مسلسل مجاہدہ اور کوشش ہونی چاہیے اور پھر اسکا نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔ شریعت میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی۔ رزق اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے فرماتا ہے۔ ایک خاص رات میں سارا کام سب توہمات ہیں ایسا کوئی اس شریعت میں ذکر نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نصف شعبان کی نسبت فرمایا کہ یہ رسوم حلوہ وغیرہ سب بدعات ہیں۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 297)

اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں ”شب برات کی عید، گیارھویں، بارہ وفات، محرم کے معاملات جو موجودہ شرع اسلام میں ثابت نہیں۔“

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ سے سوال کیا گیا کہ شب برات کے روز حلوہ وغیرہ تیار کرنا احمدیوں کے لیے جائز ہے؟ تو آپ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا **”نہیں بدعت ہے“** (الفضل 30 اپریل 1954ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے سوال ہوا کہ ان راتوں میں سنت رسول سے کیا ثابت ہے۔ ان دونوں راتوں میں رسول کریم ﷺ معمول سے زیادہ عبادت کرتے تھے یا عام معمول کے مطابق؟

آپ نے فرمایا کہ ”رسول کریم ﷺ کی عبادت کا جہاں جہاں ذکر ملتا ہے میں نے بڑے غور سے دیکھا ہے اس میں کسی خاص دن کی عبادت کا ذکر نہیں۔ بلکہ بعض مرتبہ پوری پوری رات آپ اٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے اور آپ کے پاؤں بھی متورّم ہو جایا کرتے تھے۔ یہ رسول کریم ﷺ کی سنت ہے۔ آنحضرت ﷺ کی سنت پر اگر عمل کرنا ہو تو پورا نہ بھی کھڑا ہو سکیں تو راتوں کا کچھ حصہ کھڑا ہونا ضروری ہے۔“ (روزنامہ الفضل 20 جنوری 2001ء)

اسی طرح اردو ملاقات 6 مئی 1994 میں آپؒ نے اس عقدے کو مزید کچھ اس طرح کھولا کہ ” شب برات کا جو بھی رواج ہے اس کی سنت میں کوئی جگہ نہیں ہے کہیں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ صحابہ کرام نے نہ شب برات منائی نہ آپ کی بعد کی نسلوں نے نہ آپ کے بعد کی نسلوں نے، پس اگر اتنا ہی اہم ایک دن تھا تو کیا اس دن کا حضرت اقدس محمد مصطفےٰ ﷺ کو علم نہ ہوا (دن بمعنی چوبیس گھنٹوں کے بات کر رہا ہوں یعنی رات ہی کہ لیں اس کو) اتنی اہم رات کا آپؐ نے تو کوئی ایسا ذکر نہیں فرمایا کہ اس کو اس طرح مناؤ۔ مختلف علماء نے اس پر روشنی ڈالی ہے اور قطعی طور پر اُن حدیثوں کو جن حدیثوں میں شب برات کا ذکر ملتا ہے یا کمزور یا جھوٹی یا مصنوئی قرار دیا ہے اور ساتھ یہ استنباط فرمایا ہے کہ اگر ان حدیثوں کو سچا بھی سمجھو جو علماء کے نزدیک درست نہیں ہیں بعد کی بنائی ہوئی باتیں ہیں تو پھر بھی جس رنگ میں آج کل شب برات منائی جاتی ہے اس کی کوئی سند نہیں ہے بلکہ یہ صریح گمراہی ہے۔۔۔ اس سلسلہ میں میں وہ حوالہ حضرت شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی کا دیتا ہوں۔۔۔۔ اور ان کو ایک بڑا مرتبہ حاصل ہے ان کی ایک کتاب شائع شدہ ہے ماثبت من السنۃ صفحہ ۲۱۲ تا ۲۱۳ میں یہ حوالہ ہے جو میں پڑھ کر سنانے لگا ہوں ناشر ہیں ادارہ نعیمیہ رضویہ موچی گیٹ لاہور لکھتے ہیں بدعت شنیہ میں سے یہ ہے (یعنی ایسی بات کی جاری کردہ رسم جو نہایت معیوب اور مکروہ ہے اور نامناسب ہے) جو ہندوستان کے اکثر شہروں میں لوگوں نے رواج دے رکھا ہے کہ

اپنے گھروں کے دیواروں پر چراغ جلاتے ہیں اور فخر کے ساتھ آتش بازی وغیرہ چھوڑتے ہیں اِس کی کتب صحیحہ مُعْتَبَرَہ میں کوئی اصل نہیں ہے بلکہ غیر معتبر کتابوں میں بھی ذکر تک نہیں معتبر میں تو خیر سوال ہی نہیں کہتے ہیں غیر معتبر میں بھی کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ کوئی ضعیف اور نہ موضوع حدیث مروی ہے۔یعنی جو طرز اظہار ہے خوشی کا اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ موضوع یعنی جو گھڑی ہوئی حدیث ہے اہل علم کے نزدیک ثابت ہے کہ کسی نے بنائی ہے کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں کسی کو ایسی حدیث بنانے کا بھی خیال نہیں آیا اور نہ کوئی کمزور حدیث ملتی ہے اور نہ ہندوستان کے شہروں کے علاوہ دیار عرب یا حرمین شریف وغیرہ زاد اللہُ تعظیما و تشریفا میں یہ رائج ہے (کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ہی یہ بیماری ہے دوسرے ملکوں میں پائی ہی نہیں جاتی۔اور نہ عرب کے علاوہ عجمی شہروں میں اسکا رواج ہے۔بجز ہندوستان کے شہروں کے بلکہ ممکن ہے اور یہ گمان غالب ہے کہ اہل ہنود کی رسومات میں سے ہو جیسا کہ وہ دیولی وغیرہ مناتے ہیں۔پس شب رات شب برات جو چاہیں آپ اس کو کہیں یہ ایک بعد کی بنی ہوئی رسم ورواج کی بات ہے اس کا سنت محمد مصطفیٰ ﷺ اور سنت صحابہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ اسے اس قسم کی بدعتوں میں کہا جاسکتا ہے جو نیک بدعتیں ہوں شنیعہ بدعت ناپسندیدہ اور مکروہ بدعت ہے اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔اس پر ایک اور لکھتے ہیں کہ کبار محدثین کے حوالے سے ثابت ہے کہ بکثرت مجہول ضعیف اور بدنام راوی ہیں جو ایسی باتیں بیان کرتے ہیں اور اباطیل اور موضوعات ہیں باطل قصے ہیں اور موضوعات ہیں اس سے زیادہ ان کی کوئی سند نہیں ہے جو روایتیں اس ضمن میں بیان کی جاتی ہیں۔

پس ہمیں چاہیے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ جو بدعات کے خلاف جہاد کرنے آئے تھے ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی خاطر ان بدرسومات سے نہ صرف اجتناب کریں بلکہ دوسروں کو بھی سمجھائیں کہ صرف ایک رات میں خدا کی رحمت کو حاصل نہیں کیا جاسکتا جو چیز جتنی قیمتی ہو گی اس کے لیے کوشش بھی اتنی ہی درکار ہے۔اور جب وہ تضرع اور خدا کے عرش کو ہلانے والی دعائیں کسی روز بھی کریں گے خدا کے حضور قبولیت کا درجہ پا لیں گی۔اس کا معاملہ مسلمانوں میں رمضان المبارک کے اخری جمعہ کے مانند ہی ہے جس میں بہت سے لوگ صرف اس نیت سے پڑھتے ہیں کہ صرف وہی جمعہ ان کے لیے کافی ہو گا چاہے باقی ایام باقیہ میں جو مرضی کرتے رہیں۔حالانکہ صحابہ جن نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھا اور تابعین کا عمل اس کے برعکس ہے۔"

حاصل کلام یہ کہ قرآن پاک اور مستند احادیث نبویہ سے اس دن کی خصوصیت کے حوالہ سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔اس سلسلہ میں جتنی بھی احادیث بیان کی جاتی ہیں ان کی اسناد ضعیف ہیں۔نیز اس رات سے متعلقہ افعال جیسا کہ حلوہ پکانا،آتش بازی کرنا وغیرہ وغیرہ کا بھی ثبوت احادیث نبویہ سے نہیں ملتا۔بلکہ اس کے برعکس ہی ملتا ہے۔

بقول ملا علی قاریؒ کے ’’سب سے پہلے چراغاں اور آتش بازی کا مظاہر کرنے والے برامکہ تھے جو آتش پرست تھے۔ جب وہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے ملمع سازی کر کے رسوم کو دین میں داخل کر دیا۔ ان کا اصل مقصد آتش پرستی تھا۔ اس طرح وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر آگ کی طرف رکوع و سجود کرتے تھے‘‘

(کتاب الصلاۃ باب قیام شہر رمضان فصل الثانی)

آخر میں حضرت اقدسؑ کے اس اقتباس کے ساتھ اپنا مضمون ختم کرتا ہوں جس میں آپ ہمیں بدعات سے بچنے کی طرف تلقین کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

’’میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے، گلے کا ہار ہو رہی ہیں اور ان بُری رسموں اور خلافِ شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہئے........ سو آج ہم کھول کر بآواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے، یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جلّشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے۔ اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں، نہ دائیں اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۸۴،)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے ہر اس چیز سے بچنا ہو گا جو دین میں بُرائی اور بدعت پیدا کرنے والی ہے۔۔۔ **ہمیں تو خوش ہونا چاہئے کہ ہم ایسے دین کو ماننے والے ہیں جو معاشرے کے، قبیلوں کے، خاندان کے رسم و رواج سے جان چھڑانے والا ہے۔ ایسے رسم و رواج جنہوں نے زندگی اجیرن کی ہوئی تھی نہ کہ ہم دوسرے مذاہب والوں کو دیکھتے ہوئے ان لغویات کو اختیار کرنا شروع کر دیں۔** (مشعل راہ جلد ۵ صفحہ ۱۵۳۔۱۵۴)